

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور علم کلام

(دوسری اور آخری قسط)

مولانا محمد سجاد الحجابی

امام اعظم رحمہ اللہ سے غلط منسوب عبارات کا جائزہ:

عصر حاضر میں اہل بدعت اپنے باطل عقیدے کی تائید کے لیے امام صاحب کی عبارات میں قطع و برید کر کے نقل کرتے ہیں تاکہ تجسیم و مکان کا باطل نظریہ امام صاحب کے سر تھوپ دیں، جو سر اسر غلط اور ظلم ہے، اس کی ایک مثال یہ ہے:

امام صاحب رحمہ اللہ سے ابو مطیع بلخی نے پوچھا: اگر کوئی اس طرح کہے کہ مجھے پتہ نہیں کہ میرا رب آسمان میں ہے یا زمین میں؟ تو امام صاحب نے فرمایا: وہ آدمی کافر ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں الرحمن علی العرش استوی اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوئے ہیں۔ اور اللہ کا عرش سات آسمانوں کے اوپر ہے۔ پھر میں نے کہا کہ اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اوپر ہے، لیکن اللہ کے عرش کا مجھے پتہ نہیں کہ آسمان میں ہے یا زمین میں؟ تو امام صاحب نے کہا: یہ بھی کافر ہے، اس لیے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے اوپر ہونے کا انکار کیا۔

امام صاحب کی طرف منسوب مذکورہ عبارت میں تحریف کی گئی ہے، جس کی وجہ سے اس عبارت کے مطلب کو سمجھا نہیں گیا ہے، عبارت مذکورہ کو اگر اصل مرجع میں دیکھ لیا جائے تو اشکال خود بخود زائل ہو جائے گا۔ امام صاحب سے ان کے متعدد جلیل القدر کبار شاگردوں نے الفقہ الکبیر روایت کی ہے، مذکورہ عبارت ابو مطیع بلخی کی الفقہ الکبیر (ص: ۶۰۷) ضمن مجموعۃ العقیدہ و علم الکلام میں درج ہے۔ فقہ اکبر روایت ابو مطیع بلخی کو الفقہ الابسط سے بھی پہچانا جاتا ہے۔ چنانچہ اصلی عبارت یوں ہے: قال أبو حنیفہ: من قال: لا أعرف ربی فی السماء أو فی الأرض فقد کفر، و کذا من قال: انه علی العرش، ولا أدری العرش أفی السماء أو فی الأرض - "امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس نے کہا: میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں یا زمین پر، تو اس نے کفر کیا اور اسی طرح جس نے یہ کہا: اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے (نوقت حسی کے ساتھ) اور کہا کہ میں نہیں جانتا عرش آسمان میں

ہے یا زمین، تو اس نے کفر کیا۔" (۱۴)

اصل عبارت یہ ہے جس میں تحریف کی گئی ہے۔ چنانچہ ہم نے اصل ماخذ اور مرجع سے عبارت نقل کی تاکہ کوئی اشکال باقی نہ رہے۔ امام صاحب اس شخص کو کیوں کافر قرار دیتے ہیں جو یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ اللہ آسمان میں ہیں یا زمین پر؟ اس جملے کا مطلب فقہانے خود بیان فرمایا ہے، امام سمرقندی رحمہ اللہ (م: ۳۷۳ھ) الفقہ الاکبر میں اس عبارت کو واضح کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: جس نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں یا زمین پر، تو اس نے کفر کیا، اور اس کے کفر کی وجہ یہ ہے کہ عبارت مذکورہ میں قائل اللہ کے لیے مکان کا تاثر دے رہا ہے اور مکان ثابت کرنے سے وہ مشرک بن جاتا ہے (وجہ یہ ہے کہ جب عرش اللہ کے لیے مکان اور مستقر ہوا، تو اللہ تعالیٰ کا جسم ہونا لازم آئے گا، اور جسم پر فنا آئے گی جب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم اور جسمیت، مکانیت اور زمانیت سے پاک ہے۔)

امام سمرقندی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عبارت کی مزید وضاحت کرتے ہیں: امام ابوحنیفہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "الرحمن علی العرش استوی" پھر قائل نے کہا کہ میں اس آیت پر ایمان لاتا ہوں لیکن یہ نہیں جانتا کہ عرش آسمان میں ہے یا زمین میں؟ تو وہ قائل کافر ہو گیا اور کفر کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے لیے مکان اور جسمیت کا قائل ہو گیا جو کفر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان اور جسم سے پاک ہیں۔ (۱۵)

واضح رہے کہ امام سمرقندی رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تین واسطوں سے شاگرد ہیں، لہذا ان کی تشریح پر مکمل اعتماد ہے، اس عبارت کی یہی تشریح دیگر ائمہ حضرات سے بھی منقول ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحب اس آدمی کو کافر قرار دے رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت اور مکان کا قائل ہے، مثلاً: اس قسم کی تشریح سلطان العلماء امام عزالدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ کی کتاب حل الرموز ومفاتیح الكنوز " (ص: ۱۳۶ ط: مکتبۃ الشافعیہ) میں بھی ہے۔

امام اعظم: کتب عقائد کے انتساب کا ثبوت:

ایک بڑا اعتراض جو قدیم زمانے سے چلا آ رہا ہے اور بعض لوگ اس کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے عقائد پر کوئی کتاب نہیں لکھی، چنانچہ علامہ شبلی نعمانی بھی "النعمان" میں یہ دعویٰ کر بیٹھے کہ الفقہ الاکبر اور عقائد کی دوسری کتابیں امام صاحب سے ثابت نہیں۔ قبل ازیں کہ ہم ان کتابوں کو امام صاحب سے تعلق بالقبول وسنداً ثابت کریں، کچھ اصولوں کا ذکر نا ضروری سمجھتے ہیں کہ کوئی کتاب (بحیثیت مجموعی) کسی فن کی مستند کتاب اور مصدر ہے یا نہیں؟..... اور جس مصنف کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہے وہ درست ہے یا نہیں؟ اس امر

کی تحقیق و ثبوت کے بنیادی طور پر دو طریقے ہیں:

پہلا طریقہ: کسی کتاب کے صحیح النسبت ہونے کا بڑا ثبوت ماہرین کے ہاں اس کا مستند و معتبر ہونا ہے یعنی وہ اس کتاب کو مصنف ہی کی کتاب قرار دیتے ہوں اور متعلقہ فن کے مواد و معلومات کے لیے اس کتاب کی طرف رجوع کرتے ہوں۔ بالفاظ اصطلاح مصنف کی طرف اس کتاب کی نسبت تو اترا یا کم از کم شہرت کی حد تک پہنچی ہو۔ انتساب کتاب کی تحقیق کے بعد نسخے کی صحت کو جانچنے کا معیار بھی یہی ہے کہ وہ نسخہ ماہرین کے درمیان دائر و سائر ہو اور وہ بحیثیت مجموعی اس کو مستند سمجھتے ہوں۔

دوسرا طریقہ: کتاب کو مصنف سے ثابت کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہمارے زمانے تک اس کتاب کی سند محفوظ ہو، مصنف سے اس کتاب کو ان کے شاگردوں نے براہ راست سن کر، یا پڑھ کر، یا اجازت لے کر حاصل کیا ہو، پھر یہ سلسلہ سارے زمانوں میں تسلسل کے ساتھ قائم ہو۔

لیکن ان دونوں طریقوں میں زیادہ مضبوط اور مستند طریقہ پہلا ہے، کیونکہ ائمہ علم الکلام، ائمہ فقہ و اصول فقہ غرض ہر فریق کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اول الذکر طریقہ سے کتاب کی نسبت اور استناد کو ثابت کرنے کے بعد پھر مصنف کتاب تک سند متصل کا مطالبہ اور اس کتاب کے کسی حدیث یا مسئلہ یا کسی مواد کے نقل کرنے کو جو دلائل پر موقوف سمجھنا سراسر غلط ہے۔ اہل علم کے ہاں تو مذکورہ قاعدہ روز روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ ہر علم و فن کا مسلمہ اور اجماعی قاعدہ ہے، قارئین کی ضیافت طبع کے لیے ایک دو حوالے پیش خدمت ہیں:

1- تدریب الراوی میں ہے: حکمی الأستاذ أبو اسحاق الأسفرائینی الاجماع علی جواز

النقل من الكتب المعتمدة، لا يشترط اتصال السند الى مصنفیها، وذلك شامل لكتب الحديث والفقہ۔ (16) "امام ابوالخلیف اسفرائینی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ کتب معتمدہ سے نقل کے جواز پر (اہل علم کا) اجماع ہے کہ اس کے لیے مصنفین تک اتصالی سند ضروری نہیں اور یہ حکم دوسرے علوم کے ساتھ ساتھ حدیث و فقہ کی کتابوں کو بھی شامل ہے۔"

2- حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: الامر الرابع: كلام (ابن صلاح) يقتضي الحكم

بصحة ما نقل عن الائمة المتقدمين فيما حكموا بصحته في كتبهم المعتمدة المشتهرة۔ لان الكتاب (المشهور) الغنی بشهرته عن اعتبار الاسناد منا الى مصنفه: كسنة النسائی مثلاً لا يحتاج في صحة نسبته الى النسائی الى اعتبار حال رجال الاسناد منا الى مصنفه (14) "ابن صلاح کے کلام سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ائمہ متقدمین نے اپنی معتمد اور مشہور کتابوں میں سے جس کی روایت کی صحت کا حکم لگایا ہو وہ ہمارے

نزدیک بھی صحیح ہوگا، کیونکہ ایک مشہور کتاب اپنی شہرت کی بدولت مصنف تک اسناد سے مستثنی ہوتی ہے، مثلاً سنن نسائی کی امام نسائی کی طرف نسبت صحیح ہونے کیلئے مصنف تک اسناد کے رجال کے احوال کا جائزہ لینے کی کوئی حاجت نہیں۔"

خلاصہ کلام یہ کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ کسی مشہور اور صحیح نسخے والی کتاب سے نقل کرنے کے لیے مصنف تک سند متصل ہونا ضروری ہے، اجماع اس کی مخالفت کرتا ہے۔ اس مسلم اصول کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ تفسیر، احادیث، کلام اور فقہ و فتاویٰ سمیت تمام کتب مشہورہ متداولہ جو اپنے اپنے فن میں ماہرین فن کے مابین دائرہ وسائر اور متعلق ہیں، ان سے مسائل عقیدہ، حدیث یا فقہی مسئلہ نقل کرنے کے لیے ان مصنفین تک سند کی تحقیق کی نہ ضرورت ہے اور نہ اس کا مطالبہ درست ہے، کیونکہ ماہرین فن کے مابین ان کے متعلق بالقبول ہونا ہی ان کے مستند ہونے اور مصنفین تک ان کی نسبت صحیح ہونے کی سب سے بڑی ضمانت ہے۔ آخر جو چیز تواتر و اجماع سے ثابت ہو اس کے لیے دوسری دلیل تلاش ہی کیوں کی جائے اور وہ بھی ایک ایسی سند سے جو اگر صحیح اور متصل ہو تو بھی زیادہ سے زیادہ خبر واحد کے قبیل سے ہوگی۔ (۱۸)

امام اعظم کی کتابوں کو متعلق بالقبول حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ ان سب کی اسناد بھی ثابت اور موجود ہیں، ان پانچوں کتابوں کی اسانید کو علامہ کوثری رحمہ اللہ نے مستقل طور پر "العالم والمتعلم" کے مقدمہ میں مفصلاً ذکر کیا ہے، وہاں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ (۱۹)

البتہ پہلا طریقہ جو مضبوط اور مستند ہے اس کے ثبوت پر چند نقول پیش خدمت ہیں، جن سے ان کتابوں کا امام صاحب رحمہ اللہ سے ثبوت اور ان کی طرف نسبت ثابت ہو جائے گی۔

امام ابوالیسر البردوی رحمہ اللہ (متوفی ۴۹۳ھ) جو فخر الاسلام بزدوی رحمہ اللہ کے بھائی ہیں، تحریر فرماتے ہیں: وقد صنف الامام فيها (العقائد) كتاباً وقع بعضها اليها، وعامتها محابها وغسلها أهل البدع والزيغ، ومما وقع بعضه اليها كتاب العالم والمتعلم وكتاب الفقه الأكبر۔ (۲۰) امام ابوحنيفہ رحمہ اللہ نے علم کلام میں کئی کتابیں لکھی ہیں، جن میں بعض ہم تک پہنچی ہیں اور اکثر کواہل بدعت نے مٹا دیا ہے، ان میں سے جو کتابیں ہم تک پہنچی ہیں کتاب العالم والمتعلم اور الفقه الأكبر ہیں۔

اسی طرح امام ابو مظفر اسفرائینی اپنی کتاب "التبصرة في الدين" میں لکھتے ہیں: ومن أراد أن يتحقق أن لا اختلاف بين الفريقين في هذه الحملة، فلينظر فيما صنفه أبو حنيفة رحمه الله تعالى في الكلام، وهو كتاب العالم، وفيه الصحيح القاهرة على أهل اللاحاد والبدعة، وقد تكلم في شرح اعتقاد

المستکلمین، وقرر أحسن طريقة في الرد على المخالفين، وكتاب الفقه الأكبر الذي أخبرنا به الثقة بطريق معتمد واسناد صحيح عن نصير بن يحيى، عن أبي مطيع، عن أبي حنيفة، وما جمعه أبو حنيفة في الوصية - (۲۱) "جو اس بات کی تحقیق کرنا چاہتا ہو کہ حنفیہ اور شافعیہ کے درمیان عقائد میں کوئی اہم اختلاف نہیں ہے تو وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی علم کلام میں کتاب العالم والمتعلم پڑھے، اہل بدعت اور الحاد کے خلاف اس کتاب میں مضبوط دلائل ہیں اور متکلمین کے عقیدہ کی پوری وضاحت اور مخالفین پر احسن طریقے سے رد ہے، اسی طرح ان کی دوسری کتاب "الفقه الأكبر" جو ہمیں صحیح سند، معتمد طریقہ اور ثقہ راوی "نصیر بن یحییٰ عن ابی مطیع عن ابی حنیفہ" کے طریق سے پہنچی ہے، اسی طرح امام اعظم کی کتاب "الوصیہ" بھی ہے۔

یہ امام ابوالمظفر رحمہ اللہ (۴۷۱ھ) کی عبارت ہے جو اپنے زمانے کے مشہور اہل سنت متکلمین میں سے ہیں، فقہ اکبر سے مراد یہاں الفقہ الاوسط ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ فقہ اکبر کا اطلاق بسا اوقات فقہ اوسط پر بھی ہوتا ہے۔ علامہ کروری رحمہ اللہ "مناقب ابی حنیفہ" میں لکھتے ہیں: میں نے مولانا شمس الملۃ والدین کروری البراقعینی العمادی کے خط کو دیکھا ہے کہ دونوں کتابیں العالم والمتعلم اور الفقہ اکبر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ہیں اور اسی پر مشائخ کی ایک بڑی جماعت متفق ہے۔ (۲۲)

قدیم مؤرخ محمد بن اسحاق الندیم "الفہرست" میں لکھتے ہیں: ولہ من الکتاب کتاب الفقه الأكبر، وكتاب رسالته الى عثمان البتي، وكتاب العالم والمتعلم، رواه عنه ابو مقاتل "كتاب الرد على القدريه" والعلم براً، بحراً، شرقاً، غرباً، بعداً، قرباً تدوينه رضى الله عنه (۲۳)

امام صاحب کی یہ کتابیں تلتی بالقبول کے ساتھ ثابت ہیں، چنانچہ محقق بیاضی نے قرون اولیٰ سے لے کر اپنے زمانے تک کے تقریباً ۳۰ بڑے علما کا ذکر کیا ہے جنہوں نے ان کتابوں کی نسبت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف کی ہے، ان علما میں امام فخر الاسلام بزدوی رحمہ اللہ، امام سغناقی رحمہ اللہ، امام اتقانی صاحب الشال، امام جلال الدین الکولانی، امام کاکی، عبدالعزیز بخاری صاحب الکشف، بابر قی، نسفی، شیخ الاسلام الیاس صاحب الفتاوی، امام ابن ہمام صاحب فتح القدیر، اور اسی دیگر اساطین علم وائتہ شامل ہیں، جن کی تفصیل محقق بیاضی نے اشارات المرام میں کی ہے۔ (۲۴)

بہر حال اس سے ثابت ہوا کہ یہ پانچ کتابیں امام صاحب ہی کی ہیں اور جو لوگ اختلاف کرتے ہیں وہ ایک اجماعی اور متواتر امر سے اختلاف کرتے ہیں، جس کی طرف چنداں التفات نہیں کیا جائے گا۔ دراصل یہ اعتراض معزلہ نے اٹھایا تھا، جس کا ائمہ اہل سنت نے کافی واثانی جواب دیا ہے، اسکی تفصیل علامہ زبیدی رحمہ اللہ نے اپنی

کتاب اتحاد السادة المتقين شرح احیاء العلوم میں کی ہے، اس تفصیل سے ان لوگوں کے شکوک و شبہات بالکل زائل ہو جاتے ہیں جو امام صاحب کی طرف ان کتابوں کی نسبت کرنے میں توقف کرتے ہیں۔

مصادر و مراجع

(۱۴) حاشیة الفقه الاکبر لابی مطیع: ۴۹: الرحیم اکیڈمی کراچی (۱۵) شرح الفقه الاکبر، لابی الیث، الرحیم اکیڈمی کراچی (۱۶) تدرب الراوی للسیوطی: ۱۵۱/۱ (۱۷) النکت علی کتاب ابن الصلاح: ۲۷۱/۱، الاجوبة الفاضلة ۶۴-۹۰، توجیه النظر للجزائری: ۷۶۵-۷۷۲، (۱۸) ہم نے یہ تحقیق تغیر یسیر کے ساتھ علامہ عبدالملک بنگلہ دیشی کے مقالے سے لی ہے جو ماہنامہ وفاق المدارس العربیہ کے شمارہ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ میں شائع ہوا۔ (۱۹) جو الرحیم اکیڈمی سے چھپی ہے۔ (۲۰) مقدمہ فقہ اکبر، از مفتی رشید احمد علوی: ۵۵

(۲۱) التبصیر فی الدین وتمیز الفرقة الناجیة عن الفرق الهالکین: ۱۱۳ مطبعة الانور مصر۔

(۲۲) ص: ۲۲، نیز دیکھئے: شرح الباقي: ۲۸

(۲۳) مقدمة کتاب التعلیم: ۱۷۱ لشیخ الاسلام مسعود بن ابی شیبہ السندی

(۲۴) اشارات المرام: ۲۲

بقیہ: تبلیغی جماعت پر پابندی

کس قدر مقام افسوس ہے کہ یونیورسٹیوں، کالجوں اور سرکاری تعلیمی اداروں میں موسیقی کی محفلیں، مغلوط اجتماعات، فلمی ایکٹروں اور ایکٹرسوں کے آنے جانے پر کوئی پابندی نہیں، انکی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، بے حیائی، فحاشی و عریانی کو فن کا درجہ دے دیا گیا ہے مگر قرآن و حدیث اور اسلام کا پیغام پہنچانے اور نام لینے پر پابندی ہے، قوم کو ایک مسلمان حکومت سے اس اقدام کی ہرگز امید نہ تھی، موجودہ نازک حالات میں اس قسم کے اقدامات سے ملک دشمن قوتیں فائدہ اٹھاتی ہیں، اسلئے ہمارا مطالبہ ہے کہ پنجاب حکومت فی الفور اپنا یہ فیصلہ واپس لے اور اپنے اس اقدام پر پوری قوم سے معافی مانگے اور تبلیغی جماعت جس مبارک محنت میں مصروف عمل ہے اس کی تائید کی جائے، اس کے لیے سہولیات بہم پہنچائی جائیں اور تبلیغی جماعت کی مکمل پشت پناہی کی جائے۔